قسط ۲

قرآنِ حکیم ___ اور ___ تعمیرِ اخلاق

(سمیع الحق)

بشکریہ تعلیم القرآن سوسائٹی ۔ ڈھاکہ

تعمیر اخلاق اور انسانی مجد و شرف کی تکمیل کے سلسلہ میں ان مذاہب کا یہ ایک اجمالی جائزہ تھا۔ اور اس سے واضح ہو گیا کہ ایسے مبہم محرف، قومی علاقائی نسلی طبقاتی اور غیر فطری اخلاقی ضابطے تعمیر انسانیت جیسے نازک ترین کام کی ہرگز صلاحیت نہیں رکھتے۔ اب ہم اس بارہ میں قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں ــــ

قرآنِ کریم اور انسان کے قوتِ علمیہؒ کی اصلاح | انسان میں خداوند تعالیٰ نے تین بنیادی قوتیں رکھی ہیں جنہیں علمائے اخلاق اور حکمائے اسلام نے تمام اچھے اور بُرے اخلاق کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ قوتِ علم، قوتِ غضب، قوتِ شہوت۔ ان تینوں قوتوں کے اعتدال سے بہترین صفات اور اخلاق حسنہ ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلی قوت انسان کے علمی فکری اور اعتقادی زندگی اور دوسری و تیسری قوت انسان کی عملی زندگی کا منبع ہے۔ ان باطنی جبلتوں میں سے کسی ایک کا بھی نقطۂ اعتدال سے ہٹ جانا بے شمار اعتقادی اور اخلاقی خرابیوں، ذہنی گمراہیوں اور اعمالِ فاسدہ کا سبب بن جاتا ہے۔ پھر ان تینوں صفات میں قوتِ علمی کی حیثیت اساس اور اصل الاصول کی ہے۔ اور انسان کی دیگر تمام حیوانی صفات کی اعتدال اور بے اعتدالی کا مدار قوتِ علمیہ کے اعتدال ہی پر ہے۔ اس قوت سے انسان کے نظریات اور اعتقادات پھوٹتے ہیں۔ یہی قوت باطنی احساسات، فطرت، ضمیر اور حاسۂ انسانی کو بیدار یا برباد کرتا ہے۔ قوتِ علمیہ کی بے اعتدالی افراط یا تفریط کے نتائج مکر و فریب، جہل، حماقت، ناتجربہ کاری، غلط روی، گمراہی، بدعقیدگی، دیوانگی، تذبذب، تشکیک، بدگمانی، عیاری، طراری، غباوت اور بلادت کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ قرآن کریم سب سے پہلے ایمان اسلام اور

توحید کے ذریعہ اس قوت کو اعتدال میں لانا چاہتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان اچھے اور برے اقوال افعال، جھوٹ اور سچائی، حق اور باطل کارآمد اور لغو چیزوں میں امتیاز کر سکے۔ حق اور باطل میں تمیز اور تفریق کی اس استعداد کو قرآن کریم حکمت اور فرقان کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ جو اخلاق فاضلہ اور اعتقادات صحیحہ کا سرچشمہ بن کر انسان کے اوپر دین اور دنیا میں خیر کثیر کے دروازے کھول دیتا ہے۔

قرآن کریم نے سب سے پہلے اخلاقی قوتوں کے اس منبع قوت علمیہ کی تصحیح کرنی چاہی اور اپنے جامع اور ہمہ گیر انداز بیان اور اعجازی اسلوب سے علم اور جہل حق اور باطل کے درمیان ایک واضح خط فاصل کھینچ دیا۔ قرآن کریم کے اس حصہ کو ہم "اعتقادات" کے نام سے پہچانتے ہیں۔ اسلام سے پہلے ساری دنیا قوت علمیہ کی بے اعتدالی کی وجہ سے جن اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہو کر اخلاقی انحطاط کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گری تھی۔ قرآن کریم نے ان تمام مفاسد اور خرابیوں کا معجزانہ انداز میں ازالہ فرمایا۔ سب سے پہلی چیز ایمان و اسلام۔ اور خداوند کریم کی ذات و صفات کے بارہ میں پاکیزہ اور نکھرا ہوا تصور، قرآن حکیم نے توحید خالص پیش کرتے ہوئے خلق و امر اور ساری کائنات کی ربوبیت کا مستحق صرف خداوند کریم کو ٹھہرایا۔ ملائکہ اور انبیاء کی الوہیت کی تردید کی، بت پرستی، ستارہ پرستی، جن اور شیطان، مخفی قوتوں، بھوت، کہانت اور دیگر اوہام و خرافات کی پرستش کا قلع قمع فرمایا۔ تعدد آلہہ کفارہ اور شفاعت کے من گھڑت معانی کا ابطال کیا۔ غیر خدا کی مشرکانہ تعظیم سے روک دیا۔ خدا اور مخلوق کے درمیانی واسطوں کے مشرکانہ اعتقادات کا ازالہ کیا اور شرک کے تمام شبہات آباء پرستی، قبر پرستی، قوم پرستی، وطن پرستی، اور رنگ و نسل کی پرستش سے بھی انسان کو روک دیا۔ اس کے ساتھ ہی خداوند تعالیٰ کی حقیقی عظمت سے روشناس کراتے ہوئے جسم و جہت، مادہ اور کثافت کے ہر ظاہری اور باطنی عیوب اور انسانی مزعومات سے اس کی تنزیہ و تقدیس فرمائی۔ انسان کو اس کی صفات جمال و کمال سے آگاہ کیا۔ اس کے علاوہ قرآن نے خالق اور مخلوق کا صحیح مرتبہ بھی متعین کر دیا کہ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا، نہ کوئی اس کا رشتہ دار ہے اور نہ کوئی اس کا برابر یا ہمسر۔ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔

ھو اللہ الذی لا الہ الا	اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں
ھو الملک القدوس السلام	وہ بادشاہ ہے، پاک ذات، سب عیبوں سے

المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللّٰہ عما یشرکون ھو اللّٰہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہ ما فی السموٰت والارض وھو العزیز الحکیم ۔

سالم، امان دینے والا، پناہ میں لینے والا زبردست دباؤ والا صاحب عظمت پاک ہے اللہ ان کے شریک بتلانے سے وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا نکال کھڑا کرنے والا، صورت بنانے والا۔ سب عمدہ نام اسی کے ہیں پاکی بول رہا ہے اسکی جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور وہی زبردست حکمتوں والا ہے۔

ساری کائنات اس کے لئے بحیثیت مخلوق برابر ہے اسکی بارگاہ میں فضیلت اور شرافت کا مدار نہ تو کسی کا مخصوص نسب قوم اور وطن ہے نہ کسی کا خاص رنگ، زبان یا دوسرے دنیاوی امتیازات، اسکی بارگاہ میں بزرگی اور تقرب کی شیئی ہر شخص کے ذاتی اوصاف اور کمالات ہیں۔

ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم ۔ ...

بیشک تم میں سے سب سے معزز تم میں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

ہر شخص اپنے عمل کا خود محاسب ہے، کسی کا عمل، قربانی یا محنت دوسرے کی غفلت اور کوتاہیوں کا کفارہ نہیں بن سکتی۔ ورنہ ایک کے جرم میں دوہرا پکڑا جا سکتا ہے۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ
ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔

جس نے ذرہ برابر نیکی یا برائی کی وہ اس کا بدلہ پائے گا۔

اس بارہ میں قرآن کریم صحف اولیٰ اور صحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے حوالہ سے اس فطری اور سچی بات کو دہراتا ہے جسے ان انبیاءؑ کے پیروؤں نے کفارہ اور ابنیت کے عقیدوں سے بدل دیا تھا۔

ان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ ثم یجزاہ الجزاء الاوفیٰ۔ ...

اٹھاتا نہیں کوئی اٹھانے والا بوجھ کسی دوسرے کا اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا اور یہ کہ اسکی کمائی اسکو دکھلانی ضرور ہے پھر اس کو بدلہ ملتا ہے اس کا پورا بدلہ۔

اس کا ارشاد ہے:

انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثیٰ۔

بیشک میں تم میں سے کسی مرد اور عورت کی محنت ضائع نہیں کرتا۔

خداوند عالم، ایمان اور اسلام، خالق اور مخلوق کے باہمی تعلق کے بارہ میں قرآنی تعلیمات کی طرف سے

یہ صرف چند اشارات ہیں جسکی تفصیل سے مختلف اسالیب اور پیرایوں میں پورا قرآن مجید اول تا آخر لبریز ہے۔

قرآن کے اخلاقی فلسفے کی روح | قرآن کریم سب سے پہلے توحید ایمان اور اسلام کی شکل میں انسان کے علمی فکری اور نظری قوت کو تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ اور پھر اس بنیاد پر اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی عمارت اٹھانا چاہتا ہے۔ اور یہی ایمان، تصور آخرت، اور عقیدۂ احتساب، اسلام کے اخلاقی فلسفے کی روح ہے جس کے بغیر تمام اخلاقی فلسفے بے جان ڈھانچے ہیں۔ یہ روح اگر تر و تازہ اور توانا ہے تو انسانی فطرت صحیح ضمیر زندہ اور حاسۂ اخلاق بیدار رہے۔ جس کی وجہ سے تمام اعمال و اخلاق فاضلہ اسکی طبیعت اور عادت بن جاتے ہیں اور وہ رذائل اخلاق اور تمام برائیوں سے خود بخود بیزار اور دستبردار ہو جاتا ہے۔ خداوند کریم نے ایمان کی اس اساسی حیثیت کو اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان	خداوند تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب اور
وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم	پسندیدہ بنایا اور کفر گناہ اور نافرمانی سے
الکفر والفسوق والعصیان	تمہارے دلوں میں نفرت ڈال دی یہی لوگ
اولئک ہم الراشدون ۔	نیک چلن ہیں۔

پھر وہ اعمال و اخلاق کی غرض و غایت کسی مادی، وقتی یا فانی منفعت کو نہیں بلکہ خداوند کریم کی خوشنودی رضائے مولیٰ دائمی زندگی، سرخروئی آخرت، حصول جنت اور درجات عالیہ کو قرار دیتا ہے۔

—— قد افلح من زکھا وقد خاب من دسّٰھا ۔

اور جگہ بجگہ اعمال و اخلاق کی مقبولیت کا دار و مدار ابتغاء مرضات اللہ، ابتغاء وجہ اللہ، ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ کو بناتا ہے۔ دنیا کے تمام اخلاقی فلسفے سقراط اور افلاطون اور ارسطو کی اخلاقیات کسی نہ کسی مادی مقاصد اور فوائد پر مبنی تھے۔ اور مادی چیزیں بدلتی رہتی ہیں۔ قرآن کریم نے ایمان کے ذریعہ حسن اخلاق اور اعمال صالحہ کا رشتہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور نیت خالصہ سے باندھ کر ہر قسم کی مادی آلائشوں اور تمام تغیر پذیر اثرات سے اسکو پاک و صاف کر دیا۔ اس معاملہ میں وہ طرح طرح کی ترغیب و ترہیب سے کام لے کر ایمان باللہ کے ذریعہ انسان کے اندر سے اس کے ضمیر اور روحانی قوتوں کو بیدار کرتا ہے۔ خوشنودی مولیٰ کی طلب اور ایمان و اخلاص سے خالی کوئی عمل اس کی بارگاہ میں مقبول نہیں اسکی نگاہ میں ایمان کے بغیر انسان کی کوئی خوبی اخلاق فاضلہ

کے زمرے میں نہیں آسکتی۔ مادی منفعت پر مبنی خوش اخلاقی کو درحقیقت نفاق اور خود غرضی سمجھتا ہے۔

والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعۃ	خدا اور آخرت نہ ماننے والوں کے کام ایسے ہیں
یحسبہ الظمآن ماء حتیٰ اذا جاءہ	جیسے میدان میں ریت۔ کہ پیاسا اسکو پانی سمجھ کر وہاں
لم یجدہ شیئا۔ (نور)	جاتا ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں پاتا۔

نیکیوں میں دنیاوی مقاصد کی ملاوٹ کو وہ بطلانِ عمل کا باعث سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے صدقات کو جتلانے سے برباد کر کے ان لوگوں کی طرح مت بنو جو دکھلاوے اور نمود کیلئے مال و دولت خرچ کرتے ہیں۔ اور خدا و آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔[1]

یورپ کے اخلاق کی حقیقت تصورِ آخرت اور ایمان کے بغیر حسن و اخلاق اور تہذیب و تمدن کی مثال یورپ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ جہاں تمام اخلاق و اعمال کو صرف مادی نفع نقصان کے ترازو میں تولا جاتا ہے۔ وہاں کی اخلاقیت استحصال زر اور جلبِ منفعت میں محدود ہو کر رہ گئی ہے اور صرف وہی خوبیاں اپنائی جاتی ہیں جو ملک اور سوسائٹی کے لئے مادی لحاظ سے کچھ نہ کچھ فائدہ رکھتی ہوں۔ مثلاً معاملات میں صفائی اور دیانت۔ وعدہ کی پابندی نظم و ضبط۔ باہمی تعاون۔ وقت کی پابندی اور حب الوطنی وغیرہ۔ اور جن اخلاقِ حسنہ میں اسے مادی نفع نظر نہیں آتا۔ یورپ اس کے بارہ میں مفلس اور قلاش ہے۔ شرم و حیا، عفت اور عصمت، بزرگوں کا ادب، چھوٹوں سے شفقت، کنبہ پروری، رشتہ داروں کے حقوق، انسانیت کا احترام، دوسری قوموں کی پاسداری، خلق خدا سے ہمدردی وغیرہ اخلاقِ حسنہ سے تصورِ آخرت اور ایمان نہ ہونے کی وجہ سے یہ اقوام محروم ہیں جن سے ظاہر ہے کہ جو مادی اخلاق وہ اپنائے ہوتے ہیں وہ محض کاروبار اور تجارت اور منفعت پر مبنی ہیں، جو نفاق میں شمار ہو سکتے ہیں۔ مگر اخلاق میں نہیں ــــ الغرض کسی قوم فرد یا معاشرہ کا واقعی معنوں میں مہذب ہونے کیلئے لازمی چیز ایمان اور تصورِ آخرت ہے۔ جس کے بغیر تمام عقلی موشگافیاں اور منطقی استدلالات اور فلسفیانہ تعلیمات تعمیرِ اخلاقِ انسانی میں ناکام ہیں۔ یہ ایمان و اسلام جس کا قرآن کریم مطالبہ کرتا ہے۔ انسان کا اپنے تمام قویٰ اور صلاحیتوں اور خواہشات کا رب العالمین کو مکمل سپردگی تفویض تمام اور تسلیم کامل کا نام ہے۔ جس کی وجہ سے تمام خواہشات اس کی مرضی میں ڈھل کر رذائل اخلاق کی جڑیں خود بخود کٹ جاتی ہیں۔

---

[1] بقرہ آیت ۲۶

عبادات | ایمان اور اعتقاد کے بعد قرآن کریم میں عبادات کا درجہ ہے جو اس ایمان اور عقیدہ کے مظاہر اور علامات ہیں اور قرآن کریم کا اکثر حصہ عبادات بالخصوص ارکان اسلام سے متعلق ہے ۔۔۔

قرآن حکیم نے ایمان کے ذریعہ قوت علمیہ کی تطہیر اور اصلاح کرنے کے بعد جو عبادات لازم کیں اور جن پر اسلام کی ساری عمارت استوار ہوتی ہے ۔ یعنی نماز روزہ زکوٰۃ اور حج ان میں سے ہر ایک عبادت اپنے اور بیشمار مصالح کے علاوہ اصلاح اخلاق اور تعمیر سیرت کا وسیع اور ہمہ گیر نظام بھی اپنے اندر سموتے ہوتے ہے ۔ اور ہر رکن عظیم الشان اخلاقی اثرات کا حامل ہے ۔ اور قرآن کریم زندگی بھر ہر روز پانچ مرتبہ نماز کی شکل میں زندگی کے ہر سال کا ایک مہینہ روزہ اور ایک دفعہ زکوٰۃ اور قربانی کی شکل میں اور زندگی میں ایک مرتبہ حج کی شکل میں اخلاقیات کی عملی تربیت دینا چاہتا ہے ۔۔۔ یہاں ہم قرآن پاک کی بعض اساسی عبادات پر اس حیثیت سے قدرے روشنی ڈالتے ہیں ۔

نماز اور تعمیر اخلاق | نماز جسے اسلام کی اہم ترین اساس اور ایمان و کفر کے درمیان حدفاصل قرار دیا گیا ہے ۔ وہ نہ صرف بدن اور جسم کو شائستہ و پاکیزہ بنانے بلکہ باطن کو مہذب بنانے کا بھی ایک جامع نظام ہے ، اس کے حقوق و آداب کی رعایت اور اہمیت کے احساس کے بعد اخلاق نفس درست اور اخلاق رذیلہ کافور ہو جاتے ہیں ۔ بیشک صلوٰۃ جس کے مفہوم میں جلانا داخل ہے اخلاق خبیثہ کو جلا دیتی ہے ۔ وجہ یہ کہ نفس کی بدخلقی کی بنیاد انانیت اور کبر نفس ہے ۔ یہی دو چیزیں بیشمار خرابیوں ، فساد ذات البین ، عجب و غرور ، باہمی جدال و قتال ، قتل و غارت ، بدگوئی اور سب و شتم ، اوروں کی تحقیر و تذلیل ، خود فریبی اور خودستائی کا ذریعہ بنتی ہیں جنکی وجہ سے پوری دنیا جہنم زار بن جاتی ہے ۔۔۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ تکبر نفس زبردست پر ظلم و تعدی اور دوسروں سے حسد و عناد ، بدگوئی ، مکاری اور دغابازی کا باعث بن جاتا ہے ۔ جن میں سے ایک حسد بیشمار حریصانہ خصلتوں کی جڑ بن جاتا ہے جس سے غضب و نہب ، ڈکیتی ، سرقہ ، رشوت ، شہوت اور بخل ، طمع اور لالچ پیدا ہونے لگتے ہیں ۔۔۔ نماز جس کے ایک ایک رکن ہر حرکت و ادا اور ایک ایک لفظ سے خداوند تعالیٰ کی عظمت و سطوت اس کے مالکیت و ربوبیت اور متصرف مطلق ہونے کا اقرار و اعتراف نمایاں ہے ۔ قرآن کریم نماز کی شکل میں دن میں پانچ مرتبہ انسانی برائیوں کی اس بنیاد کبر نفس پر تیشہ چلاتا ہے ۔ نمازی اپنے قول و عمل اور تمام حرکات و سکنات کے ذریعہ اعلان کرتا ہے کہ تمام

صفات کمال وجمال اور ہر حمد وستائش کی سزاوار صرف وہ ذات بے ہمتا ہے اور باقی ساری مخلوق عاجز اور محتاج ہے ـــ اس کا ہر ہر عمل عجز وخشوع، تسلیم اور انقیاد، عاجزی اور تفویض کلی کا آئینہ دار ہوتا ہے، وہ اپنی نماز کے ذریعہ اعلان کرتا ہے کہ ترفع اور تکبر، انانیت اور غرور تو ایک طرف میں تو اتنا سراپا احتیاج ہوں کہ انتہائی پستی اور آخری ذلت کیلئے ناک اور پیشانی تک خاک میں رگڑ رہا ہوں۔ پس جبکہ نماز کبر نفس کو مٹا کر انسان کو تمام آثار خبیثہ سے پاک وصاف کر دیتی ہے۔ تو نخشاء اور منکر جاہ اور باہ کی بدمستی اور بے اعتدالی۔ قولی اور فکری گناہوں اور اخلاق گراوٹ کو پھر نفس میں کہاں پناہ مل سکتی ہے۔ قرآن کریم نے نماز کے اس اخلاقیاتی پہلو کو خاص طور سے ذکر فرمایا۔

ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی

ولذکر اللہ اکبر۔ ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔

اور حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

"جسکی نماز اس کو برائی اور بدی سے باز نہ رکھے اسکی نماز نماز ہی نہیں"۔

یہ تو نماز کا سلبی پہلو ہے۔ ایجابی پہلو یہ ہے کہ تزکیہ نفس اور تطہیر اخلاق کے ساتھ ساتھ نماز انسان میں وہ اخلاق حمیدہ پیدا کرنا چاہتی ہے جو ایک مہذب انسان کیلئے ضروری ہیں۔ گویا نماز بیک وقت تخلیہ اور تجلیہ دونوں ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہے۔ مثلاً صرف سورۃ فاتحہ کو لیجئے جو نماز کی روح ہے۔ اس کا آغاز ہی الحمد سے ہوتا ہے۔ جو رب العالمین کا شکر اور اس کی عظمتوں کا اعتراف ہے۔ صبر کو لیں تو نماز لذائذ اور خواہشات نفس سے دستکش ہے۔ اخلاق واحسان کو لیں تو وہ نماز ہی ہے جسے ان تعبد اللہ کانک تراہ اور معراج المومنین کہا گیا ہے۔ سخاوت اور ایثار کو لیں تو نماز ماسوائے خدا کے ساری مخلوق کو قربان کرکے اور تکبیر کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس سے براءت ظاہر کر دیتا ہے ـــ غرض صدق وعفاف، تسلیم وانقیاد، ضبط وتنظیم، اجتماعیت اور جمعیت خاطر، شوق وذوق، شجاعت اور قہر نفس، تواضع اور فروتنی، انفاق وایثار کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اس جامع العبادات وملل عبادت یعنی نماز میں موجود نہ ہو[1]

اس کے علاوہ نماز کا ایک اور اخلاقی پہلو ہے۔ وہ یہ کہ نماز مسلمانوں کو باہمی الفت ومحبت ایک دوسرے کے حالات کی خبر گیری، غم وخوشی میں شرکت جیسے اوصاف سے آراستہ کرتی ہے وہ دن میں پانچ مرتبہ اہل محلہ اور ہفتہ میں ایک بار صلوٰۃ جمعہ کی شکل میں سارے شہر اور سال میں

---

[1] ملخصاً از فلسفہ نماز مؤلفہ قاری محمد طیب صاحب صفحہ ۹۲ تا صفحہ ۹۵

دو بار عیدین کی شکل میں دور دراز تک کے دیہات کو اکٹھا کرتی ہے۔ اور باہمی محبت و تعارف اور تعاون و تعاضد کا ذریعہ بنتی ہے۔ ان اجتماعی فوائد ہی کی وجہ سے وہ دیہات میں نماز جمعہ اور صلوٰۃ عیدین کی اجازت نہیں دیتا اور جمعہ بھی شہر کی صرف ایک ہی مسجد جامع میں افضل قرار دیتا ہے۔ نماز کی اس جامع ترین حیثیت کی وجہ سے قرآن کریم نے اسے اپنی اکثر تعلیمات کا محور قرار دیا اور حضرت فاروق اعظمؓ نے اس جامعیت اور ہمہ گیری کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمان جاری کیا کہ:

ان اھمَّ امورکم عندی الصلوٰۃ	میرے نزدیک تمہارا اہم ترین کام نماز ہے اور جس
فمن ضیّعھا فھولما سواھا اضیع۔	نے اسے ضائع کیا تو وہ باقی حقوق اور فرائض
...	کو بدرجہ اولیٰ برباد کرنے والا ہوگا۔

حضورؐ نے اسے عماد الدین (دین کا ستون) اور اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔ راتوں کا اکثر حصہ اپنے ساتھیوں سمیت نماز میں گزارتے۔ یہاں تک کہ پاؤں پھٹ جاتے اور خون بہہ نکلتا۔

ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ	بیشک تیرا رب جانتا ہے کہ تو اٹھتا ہے نزدیک
من ثلثی اللیل ونصفہٗ وثلثہٗ	دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور تہائی
وطائفۃ من الذین معک۔	رات کے اور کتنے لوگ تیرے ساتھ کے (شیخ الہند)

اس تفصیل کی روشنی میں بلاکسی تذبذب کہا جا سکتا ہے کہ جو قوم نمازی نہیں وہ کبھی با اخلاق نہیں بن سکتی خواہ وہ کتنی ہی ترقی یافتہ اور متمدن کیوں نہ ہو۔ اسکی ترقی اور تمدن فواحش اور منکرات سے پاک نہ ہوگی۔

روزہ اور تعمیر اخلاق انسان کو ملکوتی قوتوں کے ساتھ حیوانی جبلتیں بھی دی گئی ہیں جو بسا اوقات اخلاقی خرابیوں کا سرچشمہ بن جاتی ہیں۔ قرآن کریم روزہ کے ذریعہ ملکوتی صفات کو قوت بہیمیہ پر غالب کرنا چاہتا ہے اور روزہ کی شکل میں زندگی کے حلال اور طیب لذات سے کنارہ کشی کراکر انسان کے اندر ضبط نفس، تحمل اور صبر کا مادہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ انسان کی تمام معنوی اور ظاہری صلاحیتیں ایک حی وقیوم ذات کی مرضی میں ڈھل جائیں اس وجہ سے قرآن کریم نے روزہ کو تقویٰ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ لعلکم تتقون اور تقویٰ وہ صفت ہے جس سے آراستہ ہو کر انسان اخلاقیات عالم کا "نسخۂ جامعہ" بن جاتا ہے۔ اس لئے کہ صرف یہ ایک لفظ تقویٰ اسلام کی تمام تعلیمات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے تقویٰ کی

حقیقت دریافت کی انہوں نے جواب میں فرمایا : اما سلکت طریقاً ذا شوک۔؟ کیا آپ کبھی ایسے راستہ سے نہیں گذرے جہاں کانٹے دار جھاڑیاں ہوں۔؟ فرمایا : ہاں ۔ تو حضرت ابی نے پوچھا کہ پھر آپ نے کیا کیا۔؟ تو آپ نے فرمایا : شمرت و اجتہدت ۔ میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے اور اس سے بچتا ہوا گذر گیا ۔ حضرت ابی نے فرمایا کہ خواہشات اور منکرات و لذائذ کی خار دار جھاڑیوں سے بچ بچا کر نکلنا یہی تقویٰ ہے[1] پھر اس لحاظ سے کہ اس میں نفس سے مقابلہ اور مقاومت ہے جو دشمنوں کے مقابلہ سے بھی شدید ہے ۔ حضورؐ نے اسے جہاد اکبر کہا اور جسطرح زکوٰۃ کے ذریعہ مال کا میل کچیل نکل جاتا ہے ۔ روزہ کے ذریعہ جسم کے فاسد مادے اور نفسانی بیماریاں الگ ہو جاتی ہیں ۔ اس لئے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں اسے جسم کی زکوٰۃ[2] کہا گیا ہے ۔ یعنی جسم کو پاک صاف کرنے والی چیز ۔ اور روزہ کے مہینہ کو رمضان کہا گیا یعنی اخلاق فاسدہ اور معاصی و آثار کو جلانے والا مہینہ ۔ پھر اس میں تخلق باخلاق اللہ یعنی خداوند کریم کے اخلاق و صفات کو اپنانے کا پہلو بھی موجود ہے ۔ جو استغناء عن الخلق اور مخلوق سے بے نیازی ہے ۔ اس وجہ سے اس کے اجر و ثواب کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیطرف منسوب کر دیا ۔۔۔۔ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ ۔ روزہ خالص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا ۔۔۔۔ گویا اس میں اخلاقِ صمدیت کی جھلک پائی جاتی ہے ۔۔۔۔ تعمیرِ سیرت میں حیوانی خواہشات پر کنٹرول کرنے کا بنیادی حصہ ہے ۔ اور یہ صفت صبر سے حاصل ہوتی ہے ، جو علماء اخلاق کے نزدیک ایک بنیادی خلق ہے ۔ اور روزہ اس کے حصول کا بہترین ذریعہ ۔ اس واسطے روزے کو حدیث میں نصف صبر اور صبر کو نصف ایمان کہا گیا ہے ۔ اور بناء بر قول مفسرین صابرین سے صائمین ہی مراد ہیں جن کو آیت : انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب میں بے حساب اجر و ثواب کی بشارت دی گئی ہے ۔ پھر اس میں صبر کے علاوہ دوسروں کے ساتھ غمخواری اور ہمدردی فقراء و غرباء کے دکھ درد کا عملی احساس دلانا بھی مطلوب ہے ۔ اس لئے حضورؐ نے شہر رمضان کو شہر الصبر والمواساۃ کہا ۔ یعنی صبر اور غمخواری کا مہینہ ۔ اس طرح قرآن کریم نے سال کا پورا مہینہ تعمیر اخلاق اور تہذیب نفس کیلئے مخصوص کر کے رمضان میں صرف ترک اکل و شرب اور جماع سے احتراز کو لازم نہیں کیا ۔ بلکہ ہر اخلاقی برائی ، تمام منکرات اور فواحش سے کنارہ کشی کو ضروری قرار دیا ۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص۲ [2] ابن ماجہ

حضورؐ نے ارشاد فرمایا :

من لم یدع قول الزور والعمل	جس نے بُرے اعمال واقوال جھوٹ وغیرہ سے
بہ فلیس للّٰہ حاجۃ فی ان	احتراز نہ کیا تو اللہ کے ہاں ایسے روزہ کی کوئی
یدع طعامہٗ وشرابہٗ ۔	اہمیت نہیں ۔

ایک دوسرے ارشاد میں بھی اخلاقی خرابیوں سے سختی سے منع فرمایا ۔۔۔۔

اذا کان یوم صوم احد فلا یرفث	جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ کوئی بے ہودہ
ولا یصخب فان سابہٗ احد	حرکت نہ کرے ، نہ تیزی سے بولے اور نہ لڑائی
او قاتلہٗ فلیقل انی صائم ۔	جھگڑے کا جواب گالی گلوچ سے دیا کرے ۔

ایک اور موقعہ پر حضورؐ نے غیبت کو معطر صوم قرار دیا ۔ اور لوگوں کو کھلانے پلانے اور ماتحت مزدور اور مظلوموں پر تخفیف اور آسانی لانے کی تاکید فرمائی ۔

زکوٰۃ اور تعمیر اخلاق | محبت مال میں غلو اور افراط کو ہر برائی کی جڑ کہا گیا ہے۔[1] تاریخ کے ہر دور میں ظلم اور حقوق کی پامالی لوٹ کھسوٹ ، جنگ وجدال اور کمزوروں پر غلبہ و استیلاد کے تمام واقعات میں یہی حیوانی جذبہ زیادت مال کارفرما رہا ہے ۔ اس لئے حضورؐ نے فرمایا حرص یعنی مال کی محبت سے بچو اس حرص نے پہلے لوگوں کو برباد کیا اکثر اخلاق فاسدہ ، خودغرضی ، ناشکری ، حسد وعناد ، ظلم وفساد ، غصب ونہب سرقہ ، خالق اور مخلوق دونوں سے بے نیازی ، بخل ، اسراف وغیرہ اس سے جنم لیتے ہیں ۔ اور اس کے علاوہ افراط مال حب جاہ اور حب باہ کی بنیاد بن جاتا ہے جس کی وجہ سے شہوانی اور غضبانی قوتیں بے اعتدال ہو جاتی ہیں جو بالآخر اخلاقی بربادی کے علاوہ معاشرہ کو اقتصادی اور معاشی بدحالیوں میں مبتلا کر دیتی ہیں ۔ قرآن کریم نے زکوٰۃ کے ذریعہ جس کے مفہوم میں تزکیہ اور پاکیزگی داخل ہے خرابیوں کی اس جڑ (حب مال اور حرص دنیا) کو کاٹ دیا اور مال کو ان خرابیوں کی بجائے ہمدردی خلق ، غمخوارگی ، رعایت حقوق ، احسان وکرم ، جود وبخشش ، انفاق وایثار جیسے اخلاق حسنہ کا ذریعہ بنا دیا اور زکوٰۃ کے ذریعہ مال ودولت کو ایک طبقہ کی جاگیرداری سے نکال کر معاشرہ کے غریب طبقہ کے دل میں امراء کے ساتھ بجائے حسد ، نفرت ، بغض اور عداوت کی محبت ، انس اور خیر خواہی پیدا کر دی ۔ اس بنا پر زکوٰۃ کو صدقہ کہا گیا ۔ یعنی تمام سچائیوں کا سرچشمہ اور زکوٰۃ دینے والوں کو متصدقین ومتصدقات

---

[1] حب الدنیا راس کل خطیئۃ ۔ (الحدیث)

کہا گیا۔ یعنی قول و فعل اور قلب و عقیدہ کے سچے کیونکہ صدق ان تینوں کی سچائی کا نام ہے۔ خود قرآن کریم نے زکوٰۃ اور صدقہ کو تطہیر نفس اور تزکیہ اخلاق کا نام دیا۔ فرمایا:

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم
وتزکیھم بھا۔

پھر صدقہ کو صرف زکوٰۃ تک محدود نہیں فرمایا بلکہ اس جذبہ صدق و صفا کو ابھارنے کے لئے زکوٰۃ کے علاوہ صدقات نافلہ، انفاق فی سبیل اللہ، قربانی، نصف العشر (۱/۲۰) ربع العشر (۱/۴۰) خمس (۱/۵) صدقۃ الفطر، صدقات جاریہ عتق رقبہ، قرض حسنہ، ہبہ، عاریت وغیرہ کی بھی جا بجا تاکید فرمائی — ارشاد ہے:

۱۔ وانفقوا فی سبیل اللہ۔	اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔
۲۔ من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً۔	کون شخص ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض۔
۳۔ یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ ...	وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ تو کہہ دے کہ تمہارے خرچ سے جو بچے۔
۴۔ والذین فی اموالھم حق للسائل والمحروم۔	اور وہ جن کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے۔
۵۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔	جب تک اپنی پیاری چیز میں سے کچھ نہ خرچ کرو نیکی میں ہرگز کمال نہیں پاسکوگے۔
۶۔ وآت ذالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل۔	اور قرابتدار مسکین اور مسافر کو اس کا حق دیا کرو۔ ...
۷۔ وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لا تظلمون۔	اور جو بھلائی تم نے خدا کی راہ میں کی اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں لوٹا دیا جائے گا۔
۸۔ الذین ینفقون اموالھم بالیل والنھار سراً وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔	جو لوگ اپنے مال کو رات دن ظاہر اور مخفی طور پر خرچ کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاں ان کا اجر ہے۔ نہ ان پر ڈر ہوگا۔ نہ کوئی غم اور فکر۔
۹۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔	اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے جنت کے بدلے ان کے مال اور جان خرید چکا ہے۔

۱۰۔ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا۔
اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں خالص اللہ کی رضا کے لئے تمہیں کھلاتے ہیں تم سے نہ بدلہ چاہتے ہیں۔ نہ شکریہ۔

مالی اور مادی امداد کے علاوہ باہمی ہمدردی حسن سلوک اور ہر قسم کے مروت اور احسان کو بھی صدقہ کہا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا:

مامن مسلم یزرع زرعا او یغرس غرسا فیاکل منہ انسان او دابۃ الا کتب لہ بہ صدقۃ۔
جو مسلمان کوئی درخت لگاتے یا کوئی کھیت بوئے پھر اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ چرندہ کھاوے وہ سب اس کیلئے صدقہ ہوگا۔

اس کے علاوہ اپنے اہل وعیال کیلئے کسب حلال اور مزدوری کسی مسلمان بھائی سے خندہ روئی سے ملنا کسی کو نیک بات تبلانے اور کسی کو شر نہ پہنچانے، کسی کے درمیان صلح اور انصاف کرنے، کسی کا بوجھ اٹھانے اور تکلیف دینے والی چیز راستہ سے ہٹانے کو بھی صدقہ کہا گیا ہے۔ غرض قرآن کریم انفاق جود وبخشش کو اخلاقی نیکیوں کا گنجینہ قرار دیتا اور مختلف طریقوں سے اسکی ترغیب دیتا ہے۔

آج دنیا کی قومیں معاشی تفاوت میں کچھ تناسب واعتدال پیدا کرنے کیلئے سوشلزم، کمیونزم، کیپٹل ازم اور دوسرے ناموں سے مصروف عمل ہیں۔ مگر اسلام نے صرف ایک رکن زکوٰۃ کے ذریعہ انسان کے طبقاتی تفاوت اور افلاس وتنگدستی یا افراط زر سے پیدا ہونے والی تمام خرابیوں کی اصلاح کرنا چاہی۔ اگر اس نظام زکوٰۃ کو صحیح شکل میں اپنایا جائے تو ان تمام اخلاقی خرابیوں ظلم وغصب حرص وفساد نفرو عزبت گداگری اور عیاشی وغیرہ سب کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔

حج اور تعمیر اخلاق عبادات میں حج چوتھا رکن ہے اور دیگر عبادات کی طرح یہ بھی تطہیر اخلاق اور اصلاح نفس کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ قرآن کریم حج کے ذریعہ اپنے بندہ کو گھر بار اہل وعیال قوم وقبیلہ ملک و وطن کے تمام تعلقات اور آلائشوں سے جدا کر کے تقدیس وتحمید اور تکبیر وتہلیل کی فضاؤں میں اس کی اخلاقی اور ایمانی تربیت کرنا چاہتا ہے۔ اور اس طرح خویش واقارب، قوم وطن کی محبت اور کاروبار زندگی میں انہماک سے جو اخلاقی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں حج کی شکل میں ان کا ازالہ کرنا مقصود ہے۔ وہ سراسر مجاہدہ اور ریاضت ہے اور مختلف طبقوں، مختلف قوموں، نسلوں، مختلف زبانوں اور رنگتوں کو ایک لباس میں رکھ کر عملی شکل میں مساوات کا درس دینے کی بہترین صورت ہے وہ خدا کے گھر میں ان انواع واقسام کے انسانوں کو جمع کر کے انہیں ایک رشتہ اخوت اور تعلق ایمانی میں

باندھنا چاہتا ہے۔

وہ لوگوں کو شدائد سفر کے ذریعہ صبر و تحمل رفقاء کے باہمی حقوق، ضبط نفس اور جفاکشی کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ دنیا کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہونے، ایک دوسرے کی بہترین صفات اور اخلاق سیکھنے کا ذریعہ ہے وہ ایک عظیم ڈسپلن، اجتماعی نظم و ضبط کی عملی تربیت ہے۔ اس نے اس سارے سفر میں ہر اس برائی اور منکر سے سختی سے اجتناب کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جو اس اخلاقی اور روحانی مقصد کو نقصان پہنچانے والی ہو۔ وہ گالی گلوچ جھگڑا فساد فحش گوئی اور بے ہودہ حرکات کو منافی حج اعمال میں سے قرار دیتا ہے۔

فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ — پس کوئی بے ہودہ فحش گوئی برے اعمال جھگڑا فساد کی گنجائش حج میں نہیں۔

اس کے تمام اعمال عرفات و منیٰ کے مشاغل خانہ کعبہ کا طواف استلام اور سعی زار و قطار رونا اور حالت احرام میں ناخن اور بال نہ اکھیڑنا جوں تک کو نہ مارنا، کسی جانور کا شکار نہ کرنا اس کے اندر تمام مخلوق سے استغناء، عشق و محبت سوز و تڑپ اور شیفتگی کے جذبات ابھارتے ہیں۔ اور آقا کے حکم پر سر تسلیم خم کرنا، مخلوق کو دھکم پیل میں ایذا نہ دینا، شیطان اور شیطانی اخلاق سے بیزاری اور برأت کا اظہار ہے۔ حج کا یہ پورا موسم تہذیب نفس اور تربیت اخلاق کا نصاب ہے جسمیں کامیابی پانے والے کو مغفرت اور دخول جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ وہ رذائل اخلاق اور ذنوب و آثام سے اس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسے کہ اس نے آج نیا جنم لیا ہو۔

حضور اقدسؐ نے حج کی اس خوبی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حج اور عمرہ دونوں نفسانی آلائشات اور معاصی کو ایسے دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے یا چاندی کی میل کو دور کر دیتی ہے۔

(باقی آئندہ)

رسالہ "دارالعلوم" دیوبند کے پاکستانی خریدار آئندہ رسالہ کا سالانہ چندہ مبلغ /ــ روپے ناظم صاحب رسالہ "بینات" مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی ۵ کو روانہ کر دیں اور کوپن پر انہیں یہ ضرور لکھیں کہ یہ رسالہ دارالعلوم کی رقم ہے۔ مولینا انوری کے یہاں اب رسالہ دارالعلوم کا چندہ نہ بھیجا جائے۔ مولینا کے یہاں سے انتظام بدل دیا گیا ہے